سوال نمبر2(الف)(i) **بزرگ کے لیے آزمائش:-**

**جواب:-**

آخری سیڑھی اور اس کے کمرے کے درمیان کم و بیش دس گز کا فاصلہ حائل تھا اور یہی فاصلہ اس بزرگ کے لیے ایک بڑی آزمائش بن جاتا تھا۔

---

سوال نمبر2(الف)(ii) **کمرے کا دروازہ بند ہونے پر سکون کی وجہ:-**

**جواب:-**

بزرگ کو اپنے گھر کا دروازہ بند دیکھ کر اس لیے اطمینان رہتا تھا کیونکہ دروازہ بند ہونے کی وجہ سے اس کے پوتے اور پوتیوں کا حملہ نہیں ہو سکتا تھا اور اس کا کمرہ محفوظ رہتا تھا۔

---

سوال نمبر2(الف)(iii) **بزرگ کی پریشانی:-**

**جواب:-**

بزرگ کو اس وقت پریشانی ہوتی تھی جب اس کے دروازے (پٹ) کھلے ہوتے تھے اور اس کے کمرے کا کوئی سامان/کوئی چیز کمرے سے باہر ہوتی تھی۔

سوال نمبر2(الف) (iv) مصنف کا بزرگ کی پریشانی کی کیفیت کا بیان:-

جواب:-

مصنف کہتا ہے کہ پریشانی کی کیفیت میں بزرگ کی پیشانی شکن آلود ہوجاتی تھی اور چہرے کی بوڑھی رگیں زیادہ نمایاں ہوکر اس کی کرب انگیز دلی کیفیت کا اظہار کرنے لگتی تھی۔

---

سوال نمبر2(الف) (v) بچوں کا کمرے میں تباہی مچانا:-

جواب:-

بچوں نے کمرے میں معمول سے زیادہ تباہی مچائی تھی۔ اس کی چادر کا یہ حال تھا کہ اس پر مکھیاں بھنبھنا رہی تھی جیسے کسی نے ادھر کوئی میٹھی چیز کھائی ہو، اور گرائی ہو۔

---

سوال نمبر2(الف) (vi) مکھیاں بھنبھنانے کی وجہ:-

جواب:-

مکھیاں اس کی چادر پر بھنبھنا رہی تھیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے پوتے، پوتیوں نے اس جگہ بیٹھ کر کوئی میٹھی چیز کھائی اور گرائی ہوئی تھی۔

سوال نمبر2(الف)( vii ) دروازے کے پٹ کھلے ہونا علامت :-

جواب :-

دروازے کے پٹ کھلے ہونا اس بات کی علامت تھی کہ اس کے پوتے اور پوتیوں نے اس کے کمرے پر حملہ کر دیا تھا اور اب اس کے کمرے کی کوئی حالت نہیں ہوتی۔

---

سوال نمبر2(الف)( viii ) مرکزی خیال :-

جواب :- اس عبارت میں ایک بزرگ کی تکالیف اور اس کے پوتے اور پوتیوں کے حملوں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ کیسے اس کے کمرے کی حالت خراب کر دیتے تھے جو اس بزرگ کو سخت ناپسند تھا۔ اس میں ان کا اس کے کمرے کی حالت خراب کرنے کا ایک واقعہ بھی شامل ہے۔

---

سوال نمبر 2(ب) (i)

## اللہ تعالیٰ کی شان بیان کرنے کا طریقہ:-

**جواب:-**

اس شعر میں شاعر نے اللہ تعالیٰ کی شان بہت بہترین انداز میں بیان کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے چاہے انسان اکیلا ہو (خلوت) تو چاہے وہ کسی محفل (جلوت) میں موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ موجود ہے اور وہ ظاہری طور پر (عیاں) دکھائی نہیں دیتا لیکن اس کی نشانیاں ہر جگہ موجود ہیں۔

---

سوال نمبر 2(ب) (ii)

## غبارِ راہِ طیبہ:-

**جواب:-**

شاعر کے نزدیک غبارِ راہِ طیبہ یعنی مدینہ منورہ کے راستے میں جو مٹی ہے وہ آنکھوں کو بصیرت بخشتی ہے گویا کہ وہ آنکھوں کا نور ہے۔ شاعر اس مٹی کو جب بھی دیکھتا ہے تو اسے تسکین حاصل ہوتی ہے اور وہ نور و بصیرت کا ذریعہ ہے۔

---

سوال نمبر 2(ب) (iii)

**جواب:-**

اس شعر میں شاعر نے عشق کے بارے میں کہا ہے کہ عشق انسان کے دل کی وہ کیفیت ہے جو انسان کو شوخی و شرارت سکھا دیتی ہے گویا شاعر کے نزدیک عشق ایک گستاخ چیز ہے جو انسان کو اپنے معشوق کے ساتھ ظلم و ستم کرنا سکھا دیتی ہے۔

سوال نمبر 2(ب) (iv)

**جواب:-**

شاعر حال دل لکھنے سے اس لیے قاصر ہیں کیونکہ ان کا ہاتھ ان کے دل سے جدا نہیں ہو پاتا یعنی شاعر کو ان کے محبوب کی طرف سے اس قدر دکھ اور درد ملے ہیں کہ اب شاعر اپنا ہاتھ اپنے دل سے اٹھا ہی نہیں سکتا ان کا دل اس قدر کمزور ہو گیا ہے کہ اب ان کا ہاتھ ان کے دل کو سہارا دیتے ہے۔

---

سوال نمبر 2(ب) (v)

**شاعر کا نوجوان کا موازنہ ان کے اسلاف کے ساتھ کرنے کا طریقہ:-**

**جواب:-** شاعر نے نوجوان کا اس کے اسلاف کے ساتھ موازنہ کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تو صرف باتیں کرتا ہے جبکہ تیرے آبا کام کر کے دکھانے والے تھے گویا تو گفتار ہے اور وہ کردار تھے۔ تو ثابت ہے یعنی بے حرکت ہے کوئی کام نہیں کرتا جبکہ تیرے اسلاف سیارہ تھے یعنی حرکت کرنے والے کام کرنے والے تھے۔

---

سوال نمبر 2 (ج) (i)

## کنایہ:-

**معنی:-**

کنایہ کے لغوی معنی ہیں "پوشیدہ یا چھپی ہوئی بات"۔ علم بیان کی اصطلاح میں کنایہ سے مراد کسی لفظ کو حقیقی کی بجائے مجازی و معنی معنوں میں اس طرح استعمال کرنا کہ اس کے حقیقی معنی بھی مراد لیے جا سکیں، تو یہ کنایہ ہے۔

**شعری مثال:-**

میر صاحب زمانہ نازک ہے
دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستار "

نثری مثال:-

بال سفید ہو گئے مگر عادات نہ بدلی

---

سوال نمبر 2 (ج) (ii)

## ترکیب نحوی:-

"سلیم کتاب پڑھ رہا ہے۔"

یہ جملہ جملہ فعلیہ ہے اور اس کے مسند الیہ اسم اور مسند فعل (ہے) ترکیب نحوی درج ہے:-

- سلیم ← مسند الیہ ← فاعل
- کتاب ← مفعول
- پڑھ رہا ← مسند فعل
- ہے ← فعلِ ناقص

سوال نمبر 2(ج) (iii)

## مجازِ مرسل :-

علم بیان کی اصطلاح میں کسی لفظ کو حقیقی کی بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال کرنا کہ اس کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق نہ ہو مگر کوئی اور تعلق ہو تو یہ مجازِ مرسل ہے۔

**مثال :-**

- **جز کہہ کر کل مراد لینا :-** انسان کی زندگی چار دن کی ہے۔
- **کل کہہ کر جز مراد لینا :-** میں پاکستان میں رہتا ہوں۔

"اسلم نے بوتل پی" (آج بادل برسا)

---

سوال نمبر 2(ج) (iv)

## ذو معنی الفاظ :-

"ذو معنی الفاظ وہ الفاظ ہوتے ہیں جن کی املا ایک جیسی ہو مگر معنی دو ہوں۔" ان میں سے ایک معنی مونث اور دوسرا مذکر ہوتا ہے۔

**مثال :-**

- اردو ← لشکر / زبان
- عرض ← چوڑائی / درخواست

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 1)

# عبارت کی تشریح:-

**حوالہ متن:-**

**سبق کا نام:-** جغل خور

**مصنف کا نام:-** شفیع عقیل

**مفہوم:-** جغل خور کی لڑائی کروانے کی وجہ سے افراد آپس میں خون ریزہ ہوئے اور جب لڑائی رکی اور اصل وجہ دریافت ہوئی تو جغل خور وہاں سے گائیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔

**تشریح:-**

اس پیراگراف کے مصنف کا نام "شفیع عقیل" ہے۔ وہ اردو ادب کے ایک نامور نثر نگار ہیں۔ ان کا نام کسی تعریف کا محتاج نہیں۔ اس عبارت میں مصنف جغل خور کی جغلی کے آثرات اثرات کے بارے میں بتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جغل خور کی جغلی کی وجہ سے تمام افراد ایک دوسرے سے لڑنے لگے اور ایک دوسرے کو مارنے لگے۔ اُدھر اس قدر خون بہا دینے والی لڑائی ہوئی اور لاٹھیوں سے ایک دوسرے پر وار کیا گیا صرف و صرف ایک جغلی کی

وجہ سے۔ آخر کار لوگوں نے ارد گرد سے آکر یہ لڑائی رکوائی اور یوں لڑائی کی شدت کچھ کم ہوئی۔ بیچ بچاؤ ہوا اور اصل میں اب ان کی آپس میں گفتگو شروع ہوئی اور ان نے آپس میں ایک دوسرے سے وجہ پوچھی کہ وہ آپس میں لڑ کیوں رہے تھے تو اس پر ان سب کو معلوم ہوا کہ وہ چغل خور کی چغلی کی وجہ سے لڑ رہے تھے۔ اس سے جھوٹ پھیلانے کے اثرات کے بارے میں بھی معلوم ہوتا ہے۔ مصنف نے اس قدر مزاحیہ انداز میں چغل خوری کے نقصانات کو واضح کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:۔

ترجمہ:۔ "اور جھوٹی باتوں سے گریز کرو۔"

اس آیت سے بھی ہمیں جھوٹ کے نقصانات کے بارے میں اندازہ ہو جاتا ہے۔ چغل خور کی ایک چغلی اس قدر بڑے فساد کی وجہ بنی کے لوگوں نے ایک دوسرے کو لال کر کے رکھ دیا۔ جب آخر میں معاملہ بہتر ہوا تو اس وقت معلوم ہوا کہ چغل خور ان کی لڑائی کروا کر خود اس گاؤں سے بھاگ گیا ہے اور کہیں اور چلا گیا ہے۔ اس عبارت سے چغل خوری کے نقصانات کو مزاحیہ انداز میں واضح کیا گیا ہے۔

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 1)

# نظمیہ جزو کی تشریح :-

## حوالہ متن :-

نظم کا نام :- ~~ما~~ خطاب بہ جوانانِ اسلام

شاعر کا نام :- علامہ محمد اقبال

ماخذ :- بانگِ درا

## مفہوم :-

نوجوان کو جس قوم نے پالا ہے اس قوم نے سرداروں کے تاج کو روند دیا اور جہاں دنیا کو ایک بہترین تہذیب سکھائی۔ وہ غربت میں بھی خوددار تھے۔

## تشریح :-

اس بند کے شاعر کا نام "علامہ محمد اقبال" ہے۔ علامہ محمد اقبال اردو ادب کے ایک نامور شاعر ہیں۔ ان کا نام کسی تعریف کا محتاج نہیں۔ 'شاعرِ مشرق' علامہ اقبال نے پاک و ہند کے شکستہ دل نوجوانوں کے اندر ایک نئی روح ڈالی ~~اور ان کی شاعری میں نئی خودی~~ اس بند میں علامہ اقبال نوجوان سے مخاطب ہیں اور اسے اس کے اسلاف کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ اس کے آباؤ اجداد اس قدر عظیم لوگ ہیں کہ انہوں نے کئی ممالک فتح کیے اور انہی لوگوں نے نوجوان کی پرورش کی اور اس کو پروان

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 2)

چڑھائی یعنی نوجوان کو بلند مقام پر پہنچانے کی کوشش کی۔ یہ وہ لوگ تھے جن نے ایران کے ایک طاقت ور بادشاہ دارا کا تاج اپنے پیروں تلے روند کر رکھ دیا تھا۔ بقول شاعر:-

ے تھے تو آبا وہ تمھارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

گویا شاعر نے نوجوان کی پستی کے بارے میں خوب صورت منظر کشی کی ہے اور اس کے اسلاف کی عظمت کے بارے میں بتایا ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ یہ صحرا کے رہنے والے وہ لوگ ہیں جن نے دنیا کو رہنے کے طریقے سکھائے سکھائے۔ اس بات میں شاعر نے اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ اہل عرب نے ایک ایسی تہذیب کو فروغ دیا جو بہترین تہذیب ہے اور یہ اصل میں اسلامی تہذیب ہے۔ شاعر نے یہاں بھی نوجوان کی پستی اور اس کے اسلاف کی عظمت کو اجاگر کیا ہے۔ بقول شاعر:-

ے وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

شاعر کا کہنا ہے کہ وہ لوگ اس قدر غیرت مند لوگ تھے کہ غربت میں وہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتے تھے مگر وہ ان کی غیرت کو دیکھ کر لوگ ان سے ڈرا کرتے تھے۔ دولت مند لوگ ان کو کوئی چیز دینے سے ڈرتے تھے کہ کہیں وہ اسے اپنی توہین نہ سمجھ لیں۔

# غزلیہ جزو کی تشریح:-

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 1)

**شعر:-**

**حوالہ متن:-**

**غزل کا نام:-** بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے (غزل 1)

**شاعر کا نام:-** مرزا غالب

**ماخذ:-** دیوان غالب

**مفہوم:-** شاعر نیکی اور بدی کی کشمکش میں مبتلا ہوئے ہیں۔ کعبہ انہیں نیکی کی طرف بلاتا ہے تو گرجا انہیں نیکی سے دور کر رہا ہے۔

**تشریح:-**

اس شعر کے شاعر کا نام "مرزا غالب" ہے۔ وہ اردو ادب کے نامور شاعر ہیں۔ انہیں زندگی کا شاعر بھی کہا جاتا ہے۔ اس شعر میں شاعر نیکی اور بدی کی کشمکش کا اظہار کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایمان مجھے برائیوں سے روک رہا ہے تو شیطان مجھے اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ شاعر کے نزدیک اصل مسلمان وہ ہے جو کفر کے کاموں سے دور رہے اور شیطان کے وسوسوں سے دور رہے۔ آخر شیطان کا مقصد ہی ایمان والوں کو وسوسا ناپوتا ہے اور اللہ کی راہ سے دور کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو اپنی طرف بلاتا ہے تو شیطان اسے اللہ تعالیٰ کے راستے سے

دور کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ گویا انسان کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی راہ اختیار کرنی چاہیے کیونکہ وہی خدا ہے۔ اللہ کی عظمت کے بارے میں شعر:-

کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے وہی خدا ہے
دکھائی بھی جو نہ دے نظر بھی جو آ رہا ہے وہی خدا ہے

**شعر 2:-**

**مفہوم:-** میرے ہاتھ حرکت نہیں کرتے لیکن میری آنکھیں ابھی بھی دیکھ سکتی ہیں اس لیے میرے سامنے شراب و ساغر پیالہ رہنے دو۔

**تشریح:-**

اس شعر کے شاعر کا نام "مرزا غالب" ہے۔ اس شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ میرے ہاتھ اب کمزور پڑ گئے ہیں۔ اب میرے ہاتھ حرکت نہیں کر سکتے مگر اس سے یہ نہ سمجھو کے میں اب شراب سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا گویا میرے سامنے شراب پڑی رہنے دو تاکہ میں اسے آنکھوں سے دیکھ کر ہی لطف اندوز ہوتا رہوں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان جس بھی موڑ پر ہو اسے ہمیشہ ہمت کرنی چاہیے اور کبھی اپنے آپ کو کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:-

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں

# خط نگاری:-

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 1)

## "چچا کے نام خط لکھ کر اپنے عید قربان اپنے گھر منانے کی دعوت"

از کمرہ امتحان،
ا-ب-ج.
۱۹ اپریل ۲۰۲۶ء

پیارے چچا جان!

السلام علیکم! امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ میں بھی اللہ کا شکر ہے کہ ٹھیک ہوں۔ میرا یہ خط لکھنے کا مقصد آپ کو عید الاضحیٰ ہمارے گھر آ کر منانے کی دعوت دینا ہے۔

عید ایک ایسا دن ہوتا ہے کہ جس میں انسان اپنے رشتہ داروں اور اپنے دوست احباب سے ملتا ہے اور ساتھ میں عید مناتا ہے جس سے انسان کے دوسروں کے ساتھ تعلقات بہتر ہوتے ہیں۔

اسی لیے میں بھی آپ کو دعوت دے رہا ہوں کہ اس دفعہ ہمارے ساتھ آ کر عید میں شریک ہوں۔

ہم نے اس مرتبہ سوچا ہے کہ ایک بھینس کی قربانی کریں اور آپ بھی ہمارے ساتھ اس قربانی میں حصہ لیں تاکہ ہم عید کا اصل مزہ حاصل کر سکیں اور اس دن کو ایک یادگار دن بنا سکیں۔

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 2)

اللہ تعالیٰ نے بھی ہمیں یہی حکم دیا ہے کہ ہم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ عید منایا کریں۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ آئیں اور ہمارے ساتھ اس دفعہ قربانی میں شریک ہوں۔ امید ہے آپ میری دعوت کو قبول کریں گے۔ گھر والوں کو میرا سلام کہیے گا۔

والسلام!

آپ کا بھتیجا،

ج۔ ے۔ ہ۔

# مضمون نویسی

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 1)

## والدین کی اطاعت

والدین وہ لوگ ہیں جن نے ہمیں پیدا کیا اور ہمیں پالا پوسا اور ہماری زندگی کے شروع کے معملات بھی انھوں نے ہی سنبھالے۔ والدین کا مقام و مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ ہر مذہب اور معاشرے میں ان کی اطاعت کرنے اور ان کا خیال رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلام میں بھی والدین کی اطاعت کرنے کا حکم ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ان تمام باتوں سے ماں باپ کا مقام و مرتبہ اجاگر ہوتا ہے گویا ماں باپ معاشرے اور انسانی زندگی کے اہم فرد ہیں۔ ~~ماں~~ والدین کا مقام و مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بعد والدین کا مرتبہ ہے۔ اسلام بھی ہمیں والدین کے ہر حکم کی پیروی کرنے کا حکم دیتا ہے سوائے ان کاموں کے جو اسلام کے اصولوں کے خلاف ہیں۔

والدین کی اطاعت اس قدر ضروری ہے کہ قرآن و حدیث میں بھی اس کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں والدین کے ساتھ حسن سلوک ارشاد فرمایا ہے:-

ترجمہ:- "اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرو۔"

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 2)

احادیث مبارکہ میں بھی والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم ارشاد ہے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے جنت کو ماں کے پیروں تلے قرار دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

**ترجمہ:۔ "ماں کی خدمت کو لازم پکڑو کیونکہ جنت اس کے قدموں میں ہے۔"**

نبی کریم ﷺ اپنے والدین کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ ایک مرتبہ آپ کی رضائی والدہ آپ کے پاس آ گئی اور آپ ﷺ نے ان کے احترام میں اپنی چادر بچھائی اور بہت دیر تک ان کے ساتھ گفتگو کرتے رہے۔ اس سے ہمیں والدین کی قدر و منزلت کے بارے میں پتا چلتا ہے۔

والدین کی خدمت کرنا ہم سب پر فرض ہے، قرآن مجید میں بھی والدین کی خدمت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسے کامیابی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم والدین کی خدمت کو لازم پکڑیں۔ اگر انہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو ان کی ضرورت کو پورا کریں اور اگر وہ ہمیں کوئی کام کرنے کا حکم دیں تو ان کے حکم پر عمل کریں نہ کریں ان کی بات کو نظر انداز کریں۔ ان کے کسی کام پر "آہ" تک کہنا اسلام میں گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے۔

بطور مسلمان ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے والدین کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ سے ان کی خیر طلب کریں اور اس بات کی دعا کریں کہ والدین کا سایہ ہم پر سلامت

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 3)

رہے۔ ان کے لیے دعا کرنا بھی اسلام میں پسندیدہ کرار دیا گیا ہے۔ ہمیں یہ بھی ضرورت ہے کہ ہم وہ کام کریں جس سے ہمارے والدین ہمارے لیے دعا کریں کیونکہ والدین کی دعا سب سے پہلے عرش تک اللہ تعالیٰ سنتا ہے۔

ان کی اولاد ہونے کے باعث ہم پر کچھ چیزیں فرض ہیں۔ ہمیں ان کا خیال اس طرح رکھنا چاہیے کہ گویا ان نے بچپن میں ہمارا خیال رکھا ہے۔ ان کے ساتھ حسن و سلوک اور ادب سے پیش آنا ہماری ذمہ داری ہے۔ ان کے سامنے آواز بلند کرنا اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس سے ہمیں یہ سمجھ آتی ہے کہ والدین ہماری زندگی کا قیمتی اساسہ ہیں جن کا اگر ہم ادب نہ کریں اور ان کا خیال نہ کریں تو ہم اس اساسے سے بعد میں ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

ہمیں والدین کے لیے دعا اور ان کے ہر حکم کی پیروی کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو کامیاب ہوں گے ورنہ ہم خسارے میں جائیں گے۔ لہذا والدین کا احترام کرنا ہم پر فرض ہے۔